# نعت میں تازہ کاری کے اِمکانات

## (ایک جائزہ)

ڈاکٹر کاشف عرفان

اسسٹنٹ پروفیسر، ماڈل کالج فار بوائز، اسلام آباد

Abstract:

Actually genre of naat is not any new genre and its fundamental topics are also fixed in the light of the Holy Quran and Hadith. But present issues to nation, state and human world have also given an addition to topics and notions of naat and present prestige has been awakened in the topics and notions and has been awakening. Likewise, new trends of terminology and mode are coming on the surface. So, naat has been writing in new variable shapes and new punctuations and new ways of expression. Naat written in the present era has been evaluated from these intellectual, thematic, terminological, methodological references in this article and an investigation of the chances of noviceship has been tried.

Keywords:

تلازماتی ربط(Tlazmati rabtt)، اصطلاحات(istlahaat)، تہذیب(Tehzeeb)، نقدونظر (Naqd o Nazer)، ابہام(Ibham)، تازہ کاری(Tazakari)، ذوق وشوق (Zokoshok)، آفاقیت (Afakeyat)۔

- کیا معاصر نعت فکری سطح پر نئے موضوعات کی ہمہ رنگی کے ذریعے کلاسیکی نعت سے مختلف راستہ اپنا رہی ہے؟
- کیا عصری نعتیہ شعری روایت فنی سطح پر براہِ راست تلازماتی ربط کے حصول کے بجائے بالواسطہ تلازماتی اشاروں کے ذریعے فکری مناظر کی توسیع کی جانب رواں ہے؟
- کیا معاصر نعت پیچیدہ علامت اور گھمبیر ابہام سے دامن بچا کر عام فہم ہونے جا رہی ہے؟

- کیا اکیسویں صدی کی شعری روایت میں نعت کا آہنگ متزاجی ہو چکا ہے؟
- کیا آج کی نعت محسن کاکوروی کی ہند اسلامی تہذیب کے فروغ، حالیؔ کے سماجی اور عمرانی شعور، مولانا احمد رضاخان کی قلندرانہ کیفیات کی پیشکش اور اقبال کے تاریخی شعور سے آگے نیا راستہ تلاش کر رہی ہے؟
- کیا معاصر نعت جدید شعری اصطلاحات کو ادبی سطح پر خود میں سمونے کی سعی کر رہی ہے؟
- کیا معاصر شعری روایت کی سب سے مضبوط صنف "نعت" تہذیب اور تاریخ کے درمیان ربط کو ادبی سطح پر پیش کر رہی ہے؟
- کیا عہدِ موجود کی نعت علمی سطح پر مغرب کے تنگ اذہان اور مذہب مخالف کہنہ فکر کے ساتھ کسی بڑے مکالمے کو فروغ دینے کی سعی کر رہی ہے؟

یہ اور اس طرح کے بہت سے سوالات قرطاس ذہن پر نقش سازی کرتے رہے، جب میں نے "نعت میں تازہ کاری کے امکانات" پر سوچنا شروع کیا۔ نعت عہدِ موجود میں شاعری کی سب سے اہم اور توانا صنف قرار دی جا سکتی ہے۔ اکیسویں صدی کے آغاز کے بیس برسوں میں اردو نعت کے شعبے میں ہونے والا کام اس قدر معیاری اور مقداری سطح پر تسلی بخش حد تک وسیع ہے کہ معاصر نعت میں نقد و نظر کے تمام اہم لوگ اس صدی کو نعت کی صدی قرار دے رہے ہیں۔

اگر اس صدی کو آغاز کے بیس بائیس برس کے کام پر "نعت کی صدی" قرار دیا جائے تو ہمیں اُس تناظر کو جاننے کی کوشش بھی کرنی پڑے گی جس کے باعث ہم اس صدی کو نعت کی صدی کہیں۔ اردو شاعری کے آغاز میں ہمیں باقاعدہ نعت کے بجائے تصوف اور اخلاق کے مضامین پر مشتمل شعری اور نثری تخلیقات ملتی ہیں۔ باقاعدہ نعت آغاز کے شعر اسعد سلمان لاہوری، قلی قطب شاہ اور ولی دکنی وغیرہ کے شعری دواوین کے آغاز میں برائے برکت و رحمت نظر آتی ہے۔ حمد و نعت اور سلام و مناقب اردو کے تمام اہم شعرا کے ہاں نظر آتے ہیں لیکن نعت کو ایک صنف کے طور پر قبول کرنے میں کئی وجوہات مانع نظر آتی ہیں۔ محسن کاکوروی کو اگر صنفِ نعت کا پہلا باقاعدہ شاعر کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ محسن کاکوروی نے نعت اور نعتیہ قصائد کو نبی اکرمؐ کی انسان دوستی اور بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے نہایت کامیابی سے برتا۔ اُن کے ہاں ہندی تہذیب سے اخذ کردہ استعارات و علامات تواتر سے آئے اور انھوں نے اِن لسانی شناختوں کو دو مختلف تہذیبوں کے درمیان ایک پُل کے طور پر استعمال کیا۔ ہندی زبان اور ہندی ثقافت سے مسلم تہذیب کے درمیان ایک ایسے راستے کی تخلیق جس کے ذریعے دونوں تہذیبوں کے درمیان

مشترکات اور مختلفات کی تصویر سازی ہو سکے،اُن کی بڑی شعری کاوش ہے اور یہ تازہ کاری اپنے واضح اور مکمل امکانات کے ساتھ انیسویں صدی سے بیسویں صدی میں منتقل ہوئی۔انیسویں صدی میں محسن کے بعد حالیؔ اور احمد رضا خان ایسے شعراے کرام ہیں جنھوں نے موضوعاتی اور فنی، ہر دو سطحوں پر تازہ کاری (جدت طرازی) کو اپنے اپنے مخصوص انداز میں فروغ دیا۔

حالیؔ کے ہاں سماجیات کو اہمیت حاصل رہی۔رسول اکرمؐ کی طرزِ حیات اور ریاستِ مدینہ کے خدوخال کو انھوں نے اپنے عہد کے مسائل کا حل سرکار دوعالمؐ کی سیرت اور ریاستِ مدینہ کے بنیادی خدوخال میں تلاش کرنے کی سعی کی۔

اردو نعتیہ نظم کی اس لحاظ سے ابتدا کا سہرا ابھی حالیؔ کے سر جاتا ہے کہ انھوں نے سماجی و ثقافتی پیرائے میں عالم اسلام کے عروج وزوال کی داستان پیش کرنے کی سعی اپنی طویل نظم "مدوجزرِ اسلام" (مسدسِ حالیؔ) میں کی—تازہ کاری کا اس سے خوبصورت نمونہ اردو نعت کی تاریخ میں اِس لحاظ سے موجود نہیں کہ اجتماعی شعور کی جتنی خوبصورت تصویر کاری اِس نظم میں کی گئی ہمیں اِس سے قبل نہیں ملتی۔حالیؔ کی یہ نظم اسلامی تاریخ کے تمام روشن گوشوں کو اپنے قاری کے سامنے لاتی ہے اور حالیؔ کے عہد تک مسلم دنیا اور خاص طور پر برصغیر کے مسلمان جن مشکلات کا شکار تھے، کی عکس سازی کرتی ہے۔حالیؔ کی ایک بڑی خصوصیت جو اس نظم کے علاوہ ان کی تمام شاعری میں ہے، وہ یہ ہے کہ انھوں نے "میں" سے نکل کر "ہم" کی جانب سفر کیا اور اجتماعی شعور کی مدد سے وہ اجتماعی شعور کو کھنگالنے میں کامیاب ہوئے۔ان کی یہ کامیابی جزوی کامیابی تھی کہ اجتماعی لاشعور پر لگنے والی یہ ضرب اقبال کے ہاتھوں تکمیل تک پہنچی۔حالی کی نظم "مدوجزر اسلام" کے حوالے سے کمال(۱) رقمطراز ہیں:

> "حالی نے مسدسِ حالی میں اجتماعی اور عمرانی نقطۂ نظر کو زیادہ اپنایا ہے۔تغیرات کو عمرانی اور سماجی حوالے سے دیکھتے ہیں اور نتیجہ پیش کرتے ہیں۔"

دیکھا جائے تو مسدس حالی ایک ایسی نظم ہے جس میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کی تصویری جھلکیاں ملتی ہیں۔اس نظم میں مولانا نے سابقہ عظمت اور شان وشوکت پر بحث کی ہے اور عمرانی نقطہ نظر سے نتائج اخذ کیے ہیں بلکہ مسلمانوں کو ان کے شاندار ماضی کے حوالے دے کر ان کی غیرت و حمیت کو جگانے کی کوشش کی ہے۔یہ اپنے عہد کی ایسی شاندار نظم تھی کہ یہ برصغیر میں قرآن پاک کے بعد سب سے زیادہ شائع ہونے والی کتاب رہی۔سرسید احمد

خان نے ایک بار کہا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے اپنے ساتھ کیا تحفہ لائے ہو تو میں کہوں گا کہ حالیؔ سے مسدس لکھوا کر لایا ہوں۔

مسدسِ حالیؔ کی تازہ کاری اور جدت طرازی کا بنیادی پہلو ہی اس کا اجتماعی احساس ہے۔اجتماعی سطح پر حالیؔ نے مسلم دنیا کے لیے بالعموم اور برصغیر کے مسلمانوں کے لیے بالخصوص جس دردمندی سے آقا کریم کے حضور اپنا غم پیش کیا اس کی مثال ان کے عہد میں موجود نہیں تھی۔اس ضمن میں ان کا "قصیدۂ عنائیہ" خاص طور سے دیکھنے کے لائق ہے جس میں انھوں نے بارگاہِ رسالت میں ان کی امت کا استغاثہ پیش کرتے ہوئے استمداد کی درخواست کی ہے:

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے — امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے — پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین نے غیروں کے تھے دل آ کے ملائے — اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا نہیں

تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی — ہاں ایک دعا تیری جو مقبولِ خدا ہے

حالی کی مذکورہ نظموں کے اثرات اردو کی نعتیہ شاعری پر بہت گہرے نظر آتے ہیں کہ ان کے بعد اجتماعی سطح پر اقبال اور حفیظ نے بھی امت کے مسائل پر گفتگو کی۔

اردو نعت میں تازہ موضوعات اور فنی جدت طرازی کا یہ سفر حالیؔ سے احمد رضا خان، اقبال اور حفیظ تک پہنچا۔اجتماعی استغاثے اور اجتماعی شعور ولاشعور کی تصویر سازی کا یہ سفر بیسویں صدی کے شعرا تک بھی یوں آیا کہ احمد رضا خانؒ کے عشقِ رسول میں امت کا درد نظر آیا۔ ان کے ہاں غزلیہ فارمیٹ میں شعری تخلیقات سامنے آئیں لیکن موضوعاتی سطح پر علمی و فکری نعت کا تصور انھوں نے اس طرح پیش کیا کہ فنی سطح پر وہ ایک خاص قلندرانہ احساس کو قرطاس پر منتقل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ان کے ہاں امت کے فکری مسائل پر بحث کی گئی ہے اور سرکار دوعالمؐ کی نوری صفات کو بنیاد بنا کر انھوں نے اپنے عہد کے مسلم اجتماعی فکر کو ضرب لگائی ہے یوں فکری سطح پر ایک ایسی تازہ کاری کو فروغ دیا جس نے نعت کو علم و دانش کا مرکز بنا دیا:

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے — مفلسو! ان کی گلی میں جا پڑو

تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا — باغ خلد اکرام ہو ہی جائے گا

(احمد رضا خانؒ)

بیسویں صدی کے آغاز میں شبلی نعمانی کے بعض نعتیہ نظموں میں ہمیں موضوعاتی سطح پر جدتِ فکر دکھائی دیتی ہے شبلی کی اصل شہرت ان کی سیرت نگاری، تاریخ نگاری اور تنقید نگاری ہے لیکن ان کے ہاں بعض شعری نمونے بھی اُن کے عہد میں نعت کے ضمن میں تازہ کاری کے شاہ کار دکھائی دیتے ہیں۔ڈاکٹر تنظیم الفردوس(۲) لکھتی ہیں:

"کہا جاتا ہے کہ شاعری کی کامیابی کے لیے پہلی شرط ایسا آہنگ ہے جو زندگی کے نغماتی مدوجزر کی غمازی کے ساتھ ساتھ فرد کی روح کو بھی اپنے ساتھ بہالے جائے۔وزیر آغا کے خیال میں شبلی کے یہاں یہ نغمہ اپنے بھرپور انداز میں موجود تھا، ایک ایسی کیفیت کے ساتھ جو عظیم شاعری کا لازمی جزو ہوتی ہے۔"

شبلی کی نعتیہ نظمیں ہجرتِ نبویؐ، تعمیرِ مسجدِ نبویؐ، اہلِ بیت رسولؐ کی زندگی، ایثار کی اعلیٰ ترین نظیر، خلافتِ فاروقی کا ایک واقعہ، عدل فاروقی کا ایک نمونہ اپنے عہد کی تازہ شاعری کا ایک نمونہ ہیں۔نعتیہ نظم "تعمیر مسجد نبویؐ کے شعر دیکھیں:

ہجرت کے بعد آپؐ نے پہلا کیا جو کام      تعمیر سجدہ گاہ خدائے انام تھا

حفیظ جالندھری کے ہاں حالیؔ کے تتبع میں نظم کا سہارا لیا گیا ہے۔اُن کی شہرہ آفاق نظم "شاہنامۂ اسلام" اسلامی تاریخ کا بیان ہے۔اس نظم کو لکھنے کی بنیادی وجہ حفیظ نے اپنے ایک شعر میں یوں بیان کی ہے:

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں      اگر کچھ ہو سکے تو خدمتِ اسلام کر جاؤں

"شاہنامۂ اسلام" فردوسی کے شاہ نامے کو سامنے رکھتے ہوئے تخلیق کی گئی اور نظم میں حفیظ نے فردوسی کے شاہنامہ کو کچھ یوں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

کیا فردوسیِ مرحوم نے ایران کو زندہ      خدا توفیق دے تو میں کروں ایمان کو زندہ

اردو نعت میں تازہ کاری اور فکر و فن میں ندرت کے اعتبار سے سب سے اہم نام اقبال کا ہے۔اردو کی نعتیہ نظموں میں حفیظ کے "شاہنامہ اسلام" سے پہلے اقبال کی شاعری کی منفرد گونج نے نعت کے لیے ایک نئی راہ کا تعین کیا۔اقبال کے ہاں نعت کے عنوان کے تحت ایک بھی نعت موجود نہیں لیکن ان کی تمام ملی شاعری میں عشقِ رسولؐ کی زیریں لہر ساتھ ساتھ چلتی ہے جو اقبال کی تمام شاعری کو ایک بڑی نعت میں تبدیل کر دیتی ہے یوں تاریخ اور

تہذیب کا ایک ایسا شاندار مرقع ہمارے سامنے آتا ہے جو فروغِ عشقِ رسولؐ کا باعث بھی بنتا ہے اور اسلامی تاریخ کے مطالعہ و مشاہدہ کا بھی۔اقبالؒ نے اپنی ملی اور تاریخی نظموں میں بار بار پیچھے مڑ کر اپنے شاندار اسلامی ماضی کی طرف دیکھا اور اپنے عہد سے ماضی کے تقابل نتائج اخذ کیے۔ماضی سے اس اِنسلاک نے اقبال کے ہاں مسلم اجتماعی شعور کا احساس پیدا کیا یوں اقبال نے اس واردات کو بیان کرنے میں نئی لفظیات کو فروغ دیا۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری(۳) لکھتے ہیں:

"اس سے پتہ چلتا ہے کہ شعری تخلیق میں صرف موضوع کو اہمیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ موضوع کو برتنے کا سلیقہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔اس سلیقے کا دوسرا نام اندازِ بیان یا اسلوب ہے۔"

اقبال نے نئے موضوعات کو پیش کرنے اور نئے خیالات کی آبیاری کے لیے ایک نئی طرز کا اسلوب اختیار کیا جس کی لفظیات اور فنی نظام معاصرین و متقدمین سے بالکل مختلف اور اپنے طرزِ اظہار میں منفرد ہے۔ ان کی نظمیہ شاعری اُن کی نظریاتی بالیدگی کی آئینہ دار ہے۔ تصورِ عشقِ رسولؐ سے اقبال مردِ مومن، فلسفۂ خودی، تصورِ عظمتِ انسان اور فلسفہ تحرک تک پہنچے یوں اردو نظم کو اپنی ملی شاعری سے مالا مال کر دیا۔ انھی فلسفوں اور تصورات نے اُن کی عمومی ملی شاعری کو نعتیہ رنگ عطا کر دیا۔ اقبال کی نظم "ذوق وشوق" کے یہ چند اشعار نبی اکرمؐ کے حوالے سے روحانی تصورات، عظمتِ انسان اور آفاقی آہنگ کو فروغ دیتے نظر آتے ہیں:

لوح بھی تُوؐ قلم بھی تُوؐ ، تیراؐ وجود الکتاب　　گنبدِ آبگینۂ رنگ، تیرےؐ محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرےؐ ظہور سے فروغ　　ذرۂ ریگ کو دیا تُوؐ نے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرےؐ جلال کی نمود　　فقرِ جُنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمال بے نقاب

شوق ترا اگر نہ ہوا میری نماز کا امام　　میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے عقل غیاب و جستجو، عشق حضورؑ و اضطراب

ذِکرِ اقبال نعتیہ عناصر کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی (۴) لکھتے ہیں:

"اقبال کے سارے بنیادی تصورات میں، ان کی ساری فکر میں، خواہ وہ خودی کا تصور ہو یا عشق و عقل کا، جلال و جمال کا تصور ہو یا علم و عمل کا، خدا کا تصور ہو یا ابلیس کا، ان سب میں بنیادی حوالہ رسولِ پاک کی ذاتِ مقدس کا حوالہ ہے اور رسولؐ کا بنیادی حوالہ ہوتے ہوئے بھی جدید دور کا حوالہ ہے۔"

تازہ کاری کی جس روایت کی بنیاد اقبال نے رکھی، اُس روایت کے بانی ہونے کے ساتھ ساتھ خاتم بھی وہ خود ہیں کہ اُن کے بعد اُن کی اس روایت کا براہِ راست تتبع کوئی شاعر نہ کر سکا۔ بلاواسطہ استفادہ اقبال کے بعد کی ساری نعتیہ روایت نے کیا لیکن لسانی اعتبار سے اقبال نے جن لفظیات کو اپنی شاعری کا حصہ بنایا بعد کے شعرا کے ہاں وہ روایت ہمیں نظر نہیں آتی۔ نعیم صدیقی کے ہاں اس روایت کے کچھ فکری و فنی اثرات نظر آتے ہیں۔ ان کے ہاں بیانیہ تو اقبال کے قریب ہے تاہم استعاراتی سطح وہ نہیں جو شعر کو آفاقیت عطا کرتی ہے۔ ان کی نظم "جہاںِ نو" سے اشعار دیکھیں:

مجھے خدا نے خلافت کا شرف بخشا ہے مرے ہی زیرِ نگیں اس جہان کو رکھا ہے

مگر عجیب نظامِ جہاں کی حالت ہے مرے ہی روش پہ عالم کا بارِ خدمت ہے

اقبال کے بعد طاہر القادری کی "ظہورِ قدسی"، محشر رسول نگری کی "فخرِ کونین"، عبدالعزیز خالد کی "فارقلیط" جیسی شاہکار تخلیقات سامنے آئیں جنھوں نے نعت کو ایک نئی طرز کے احساس سے روشناس کیا۔ ان تخلیقات میں رسولِ کریمؐ کے شمائل و خصائل، آپؐ کے معمولات اور آپؐ کے کردار و شخصیت کو موضوع بنا کر دنیا کے بہترین انسان کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان تخلیقات کا آہنگ ندرت اور تازگی لیے ہوئے تھا جس میں آقا کریمؐ کی نوری صفات کے ساتھ بشری اوصاف کو معاصر عہد کے تناظر میں رکھ کر سماجی عدل، اخلاقِ عالیہ اور معاشی منصفانہ تقسیم جیسی اخلاقی صفات کو اجتماعی سطح پر پیدا کرنے کی سعی کی گئی۔ بہزاد لکھنوی کے ہاں انفرادی سطح پر سرکارِ مدینہؐ کی شخصیت سے قوت لے کر شعور کی سطح بلند کرنے کا رجحان موجود ہے۔ اقبال کے بعد ترقی پسند تحریک کے شعرا کے ہاں نعت میں

ایک نیا لہجہ سامنے آیا جو اقبال کے بجائے حالیؔ کی شاعری کے قریب محسوس ہوتا ہے لیکن اُن میں استعاراتی سطح بہر حال ایک نئے امکان کو پیدا کرتی ہے۔ حسرت فیض، احمد ندیم قاسمی، عارف عبدالمتین، قتیل شفائی، حمایت علی شاعر، سرشار صدیقی، فراق گورکھپوری، افتخار عارف، حبیب جالب، احمد فراز، بیدل حیدری، فارغ بخاری، سید سبط علی صبا، سحر انصاری، جوش ملیح آبادی، ظہور نظر جیسے شعرا نے ندرتِ فکر اور وسعتِ فن سے جس طرح نعتیہ شاعری کو نیا لہجہ اور منفرد آہنگ عطا کیا، وہ اردو کی نعتیہ تاریخ کا ایک اہم باب ہے:

کیوں نہ تڑپوں کے بلایا ہے نبی نے مجھ کو
جلد سے جلد پہنچنا ہے مدینے مجھ کو

(حسرت موہانی)

شمعِ نظر خیال کے انجم جگر کے داغ
جتنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں

(فیض احمد فیض)

پورے قد سے میں کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا

(احمد ندیم قاسمی)

مرحلے تیرے سفر کے تھے ازل اور ابد
جادہِ وقت سے آگے تیرا جادہ دیکھا

(عارف عبدالمتین)

ہاتھ ان کے چومنے آئے جہاں بھر کے علوم
ایک اُمی کے محمد مصطفیٰؐ ہونے کے بعد

(قتیل شفائی)

وہ ذات شہر علم تو ہم طالبانِ علم
ہم ذرا ہائے خاک ہیں وہؐ آسمانِ علم

(حمایت علی شاعر)

جس سرزمین پہ آج بھی ہے باب جبریل
اس سرزمین پہ عرشِ بریں چھوڑ آئے ہیں

(بسرشار صدیقی)

دل و نگاہ کی دنیا نئی نئی ہوئی ہے
درود پڑھتے ہی یہ کیسی روشنی ہوئی ہے

(افتخار عارف)

دنیا نہیں دیتی تو نہ دے ساتھ ہمارا ہم کو ہے بہت شاہِ عرب تیرا سہارا میرا

(حبیب جالب)

میرے رسولؐ کہ نسبت تجھے اجالوں سے میں تیرا ذکر کروں صبح کے حوالوں سے

(احمد فراز)

حضورِاقدس زمانے بھر سے گئے تھے جو تیرگی مٹا کر اسی بھیانک فضا میں پھر رک گیا ہے یہ کاروان آ کر

(فارغ بخاری)

دنیاے بے ثبات کے دانش کدوں سے کیا حل مسئلوں کا پوچھ رسالت مآب سے

(سبطِ علی صبا)

آسان ہے کچھ منزلِ عرفان محمد مل جائے اگر گوشۂ دامانِ محمدؐ

(سحر انصاری)

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے بخشا گدائے راہ کو تو نے شکوہِ قیصری

(جوش ملیح آبادی)

ترقی پسند تحریک میں نعت گوئی کا اہم ترین نام عارف عبدالمتین ہے۔ عارف عبدالمتین کے حوالے سے صفیہ ہارون(۵) لکھتی ہیں:

"عارف عبدالمتین کی نعتیہ شاعری جدید شاعری آہنگ کی مثال اور نئے طرزِ احساس واظہار کی علامت ہے انھوں نے بہت اچھوتے انداز میں نبی پاکؐ کے پُرنور سراپے کی عظمت کا بیان اچھوتے اور دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔"

ترقی پسند شعرا کے ہاں نعت کا آہنگ سماجیات کی پیچیدگی اوراجتماعی زندگی کے مسائل سے جڑتا نظر آتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمام اہم ترقی پسندوں کے ہاں نعت میں عقیدت ومحبت اور اخلاص کی فضا نظر آتی ہے۔ عمومی سطح پر تازہ کاری کے نام پر ابہام، پیچیدہ یا مشکل استعاروں کو بنیاد نہیں بنایا گیا بلکہ آفاقی استعاروں کو استعمال کرتے ہوئے اپنے دل کا حال بحضور سرورِ کونین کو پیش کیا گیا ہے۔ اقبال اور ترقی پسند تحریک کے ساتھ ساتھ بیسویں صدی کی

ساتویں اور آٹھویں دھائی میں شعرا کی ایک ایسی کھیپ سامنے آئی جو حلقۂ اربابِ ذوق کے ساتھ ساتھ برصغیر کے سیاسی و سماجی حالات پر بھی نظر رکھے ہوئے تھے۔ان شعراے کرام کی نظر میں عالمی استعماریت اور اس سے منسلک سماجی اور ادبی تحریکیں بھی تھیں۔وہ جدیدیت اور مابعد جدیدیت کے ساتھ تشکیل اور اس کے رد کو بھی مغربی ادبی دنیا کی اہم ادبی تحریکوں کے طور پر دیکھ رہے تھے۔ ان شعراے کرام کا سب سے بڑا کارنامہ مغربی دنیا کی لامرکزیت کو نعت کے دائرے میں ایک بڑے مرکز کی طرف سے لانا ہے۔مغربی مابعد جدیدیت ایک ایسی تحریک تھی جو کسی مرکز کو تسلیم نہیں کرتی تھی لیکن ہمارے ان شعراے کرام نے کائنات کی سب سے اہم اور عظیم شخصیت حضرت محمدؐ کو ایک مرکز کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔ان شعرا میں عبدالعزیز خالد، حامد جیلانی، ستیہ پال آنند، امین راحت چغتائی، سیف اللہ خالد، جلیل عالی، پیرزادہ قاسم، مظفروارثی، ریاض مجید، نسیم سحر، بشیر حسین ناظم، مسرور جالندھری، ڈاکٹر احسان اکبر، سید عارف، امجد اسلام امجد، رشید قیصرانی، عزیز احسن اور صبیح رحمانی جیسے لوگ شامل ہیں۔ ان تمام شعرا نے بیسویں صدی کے آخری ربع میں نعت کو نہ صرف موضوعاتی وسعت دی بلکہ اپنے فن سے غزلیہ فارمیٹ کے علاوہ نعتیہ آزاد نظم اور نثری نظم کے ذریعے فروغ دیا۔ان شعرا کرام کے ہاں دنیا کی بدلتی ہوئی ساخت اور مسلم دنیا کو درپیش مسائل کا احساس بھی موجود تھا جسے انھوں نے مناجات اور استغاثہ کی صورت میں لفظوں کا پہناوا دیا۔حامد جیلانی(۶) کی نظم سے ایک ٹکڑا دیکھیں:

ہوا درختوں میں چھپ کے بیٹھی ہے
رو رہی ہے،
خلا میں اڑتے ہوئے پرندو
بہار کے نغمہ گر سفیرو
خزاں رسیدہ بنوں سے گزرو تو خشک شاخوں میں چند لمحے قیام کرنا
سکوت برگ و شگفتنِ گل میں یک زباں ہو کے
چہچہاہٹ کے رنگ بھرنا چند لمحے قیام کرنا
دعا کا لہجہ شعار کرنا، درود پڑھنا

ستیہ پال آنند(۷) کی آزاد نظم کا ایک ٹکڑا دیکھیں:

وہ اکیلے تھے
حبیبِ کبریا، انوارِ کل

شاہِ امم، حضرتِ محمدؐ
رات تھی، اور ان کا بستر
ایک بت حد کھردرا سابوریا تھا
فرش ناہموار تھا غارِ حرا کا
غارِ تیرہ تھا
مگر روے مبارک روشنی کا قمقمہ تھا

امجد اسلام امجد (۸) آزاد نعتیہ نظم "نعت" میں کیفیات کو محسوس کیجیے:

یہی جی میں ہے
تری رحمتوں کے حصار میں ترے آستاں پہ کھڑا رہوں
تری اونٹنی کے سفر میں جو اڑی ریت
اڑ کے دھنک بنی
اسے اپنی آنکھوں سے چوم لوں
اسے اپنی جاں میں اتار لوں
اسی محترم سے غبار میں
ترے راستوں میں پڑا رہوں

ان تمام شعرا کی تخلیقات کی فکر و فن کے اعتبار سے تازہ کاری بھی نظر آتی ہے اور عقیدت و محبت بھی۔ ان میں انفرادی طرزِ احساس نمایاں ہونے کی بڑی وجہ وہ احساسِ عقیدت ہے جو آقا کریمؐ کے دربار میں پیش ہونے کی سعادت ملنے پر پیدا ہوتا ہے۔

بیسویں صدی کے آخری دو عشروں میں دنیا ایک بڑے تہذیبی انہدام کی جانب چل نکلی تھی اور ہمارے نعت گو شعرا بھی اس پر نظر رکھے ہوئے تھے تاہم اس انہدام کی شکل و صورت اگلے برسوں میں نمایاں ہونی تھی اور یہ تصویر اپنے بدنما رنگوں کے ساتھ اکیسویں صدی کے آغاز میں سامنے آنے لگی۔ اگر فہرست سازی کی جائے تو ترتیب کچھ یوں بنے گی:

(الف): سقوطِ مشرقی پاکستان اور ہندوستان کی ریشہ دوانیاں

(ب): لامرکزیت اور مذہب مخالف ادبی فلسفے اور تحریکات

(ج): سوویت یونین کا انہدام اور مارکسزم کی تحریک کی شکست

(د): سرمایہ دارانہ نظام کو یک قطبی (unipolar) نظام معیشت کے طور پر قبولِ عام

(ر): اسلام بحیثیت دینِ مبین تسلیم کرنے میں مغربی دنیا کی تنگ نظری

(و): نائن الیون کا واقعہ اور امریکہ کا مخصوص مسلمان ملکوں کے خلاف مذہبی بنیادوں پر کارروائی۔

(ہ): اکیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں مغربی سامراج اور لادینیت کے فلسفے کے حامل لوگوں کی جانب سے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی

(ی): فرانس، سویڈن اور اسی طرح کے مغربی معاشروں میں قرآن پاک کی بے حرمتی

(ے): "چارلی ایبڈو" جیسے نام نہاد میگزین کا آزادیِ اظہارِ رائے کے نام پر سرکار دو عالمؐ کے خلاف ہرزہ سرائی کی مذموم کوششیں

ان حالات پر ہمارے شعرا کی نظر تو تھی لیکن جس سطح پر علمی مکالمے اور فکری گفتگو کی ضرورت تھی، وہ بوجوہ نہ ہو پائی۔ ان حالات کو بیان کرنے کے لیے حالیؔ کی نظر اور اقبالؔ کے جس قلم کی ضرورت تھی وہ انھیں میسر نہیں آیا۔ اکیسویں صدی کے آغاز میں امریکی حملوں کے بعد اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت اور اسلام بحیثیت دین کی سچائی پر مغرب کی تنگ نظری نے حملہ کیا تو عالمِ اسلام جیسے یکلخت جاگ اٹھا۔ مختلف سطحوں پر شعرا نے بھی نعت کی مختلف ہئیتوں میں مکالمہ کی فضا کو جنم دیا اور مغرب سے فکری سطح پر دلیل کے ساتھ گفتگو آغاز کی۔ ایسے میں آزاد نظم، نثری نظم، ہائیکوز، کینٹوز اور دوسری مغربی ہیئتوں میں بھی نعت کہی گئی۔ ایسی نعتیہ نظمیں بھی کہی گئیں جن میں بڑے کائناتی سوالات اہم فکری مباحث کو نبی کریمؐ کی سیرت و کردار کی روشنی میں سمجھے اور سمجھانے کی سعی کی گئی۔

اکیسویں صدی کے نعت گو شعرا کو فکری سطح پر ایک چومکھی لڑنی پڑ رہی ہے۔ وہ فکری سطح پر ادبی سے کہیں زیادہ نظری سطح پر تخلیقات کو پیش کر رہے ہیں۔ ان کے موضوعات اب روایت سے ہٹ کر ایک علیحدہ دنیا ترتیب دے رہے ہیں۔ اکیسویں صدی کے نعت گو شعرا کے موضوعات کچھ یوں ہیں۔ ان میں سے بعض موضوعات اگلے چند برسوں میں نعت کا حصہ بنیں گے:

- سیرت پاک سے انسان دوستی کی آئینہ سازی
- تصورِ عظمتِ انسان بہ تناظر سیرت نبویؐ

- سیرت رسولؐ کے آئینے میں کائناتی مظاہر کو سمجھنے اور سمجھانے کی سعی
- قرآنی فکر کے حوالے سے وقت / زمان (زمان و مکان) Time & Space کی تفہیم جس میں اطلاقی سائنسی علوم بھی فکری سطح پر شامل ہوئے۔
- قرآنی فکر کے مطابق واقعہ معراج میں وقت کی تفہیم کے نئے گوشے
- ریاستِ مدینہ کا تصور اور معاصر دنیا سے موازنہ
- ریاستِ مدینہ اور بین الاقوامی مذہبی ہم آہنگی
- بین العلومیت اور علم کے نئے گوشوں کی دریافت کو سیرتِ رسول کے تناظر میں دیکھنا
- اسلاموفوبیا اور اسلام کے خلاف مغرب کی تنگ نظری سے براہ راست مکالمہ
- وطن دوستی اور پاکستانیت کا فروغ سیرتِ مصطفیؐ کے آئینے میں
- تہذیبی اقدار کی تشکیل اور فروغ
- منطق اور ٹیکنالوجی کے آدغام سے پیدا ہونے والی پیچیدگی کا فکری سطح پر بیان (آرٹیفیشل انٹیلیجنس، جیمز ویب ٹیکنالوجی، گاڈ پارٹیکل جیسی دریافتوں کے بعد کی دنیا)
- معجزات نبویؐ اور منطقی اطلاقی علوم
- نبی اکرمؐ کی شخصیت کے نوری صفاتی پہلوؤں کا بیان
- نبی اکرمؐ کی شخصیت کے بشری اوصاف کے تناظر میں عظمتِ انسان کا فلسفہ
- ثقافتی اظہاریہ
- مانو آبادیاتی مسائل، معاشرتی نظم و نسق، جمہوری روّیے اور سماجی اقدار کو ریاستِ مدینہ کے تناظر میں دیکھنے کی سعی

اکیسویں صدی کی نعتیہ تخلیقات میں موضوعات کے تنوع نے فن کی سطح پر ایک منفرد اسلوب کو جنم دیا۔ یہ تازہ کاری مختلف موضوعات کو تخلیق کی سطح پر نت نئی ہئیتیوں میں ڈھالنے سے وجود میں آئی۔ ٹریٹمنٹ اور کرافٹ کی سطح پر اکیسویں صدی کے نعت گو شعرا نے نئے تجربات بھی کیے لیکن ان نئے تجربوں کی تشکیل کے درمیان تخلیق سے شعریت کو کم نہیں ہونے دیا۔ سادہ بیانیہ اور براہِ راست اکہری سطح نعتیہ تخلیقات سے آغاز ہونے والا یہ سفر کرافٹ کے اعتبار سے استعاراتی اور علامتی ہوتا چلا گیا۔ تشبیہات و استعارات کا ایک نیا جہاں آباد ہوا۔ جدید مغربی تکنیکوں و

تجرید، خود کلامی، شعور کی رو اور واحد متکلم حاضر کے ذریعے نئ شعری تشکیل کی گئی یوں ایک نئے اجتماعی اسلوب کی بنیاد رکھی گئی جس کا رنگ وقت کے ساتھ ساتھ گہرا ہوتا چلا جارہا ہے۔ اکیسویں صدی میں نعت کا یہ اجتماعی اسلوب روایت اور جدت سے الگ ایک نئی راہ بنا رہا ہے۔ اس اسلوب کا تعلق موضوعاتی تنوع کے ذریعے بڑے فکری اور نظری مسائل کے بیان کے ساتھ ہے۔ ان شعرا کرام میں سینیئرز بھی شامل ہیں اور نئے لکھنے والے بھی۔ ڈاکٹر خورشید رضوی، پروفیسر احسان اکبر، ڈاکٹر ریاض حمید، عزیز احسن، صبیح رحمانی، سعود عثمانی، صادق جمیل، سید ضیاء الدین نعیم، نسیم سحر، واجد امیر، سلیم کوثر، جلیل عالی، رفیق سندیلوی، فخر الحق نوری، طاہر صدیقی، منظر عارفی شاکر القادری، ڈاکٹر عبد العزیز ساحر، ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد، شاعر علی شاعر، انجم خلیق، وفا چشتی، مقصود علی شاہ، ڈاکٹر عرفی ہاشمی، دلاور علی آزر، جنید آزر، تنویر جمال عثمانی، ابو الحسن، فائق ترابی، خاور، اطہر ضیاء، آصف قادری، جنید نسیم سیٹھی، سائل نظامی، سرور حسین نقشبندی، شاہد اشرف، کوثر علی، رضا سعدی اور راقم الحروف (کاشف عرفان) جیسے شعرا اس نئے نعتیہ نصاب کی تشکیل میں اپنا اپنا حصہ ملا رہے ہیں۔ ان میں بعض شعرا آزاد اور نثری نظم کے ساتھ ساتھ سہ مصرعی نظموں اور مقامی شعری اصناف میں بھی اشعار کہہ رہے ہیں جبکہ زیادہ تر شعرائے کرام غزل کی ہئیت میں نعت کہہ کر اپنے فکر و عجز و محبت اور فکر و فن کا اظہار کر رہے ہیں:

رکھ سایۂ رحمت میں کہ منسوب ہیں تجھؐ سے میں اور مرا چاند ستارہ مرے آقا

(پروفیسر جلیل عالی)

ہم اہل نعت فروعات میں نہیں پڑتے ہمیں تو ان کی محبت کو عام کرنا ہے

(ڈاکٹر ریاض مجید)

حضور ایسا کوئی انتظام ہو جائے سلام کے لیے حاضر غلام ہو جائے

(سید صبیح رحمانی)

گھرا ہوا تھا میں طائف کے رہنے والوں میں دعائیں دیتے ہوئے آپ یاد آنے لگے

(سلیم کوثر)

حضور! دل تو سنوارا نہیں گیا مجھ سے میں خرچ ہوتا رہا جسم کی سجاوٹ میں

(ابو الحسن خاور)

نعمتیں دیکھ رہیں تھیں بڑی حیرانی سے     روزہ افطار کیا آپ نے جب پانی سے

(واجد امیر)

اگر انہیں ایک پھول کہیے     وہ پھول جس پر گلاب قربان

وہ پھول جس کی گدا چنبیلی     وہ پھول جس کی کنیز سوسن

وہ پھول جس کا غلام بیلا     قسم خدا کی وہ پھول میرے حضور ہی ہیں

(منظر عارفی)

طیبہ کی طرف چلتا رہے گا طوافِ عشق     وہ راحت القلوب مدینہ مقیم ہیں

(عقیل ملک)

تجھ سے پہلے کچھ ایسا عالم تھا     زندگی رو رہی تھی سر کھولے

(جُنید آزر)

ہجرت کی شب حضورؐ نے آنسو بہائے تھے     سائلؔ مرے عقیدے میں حُبِ وطن بھی ہے

(سائلِ نظامی)

اکیسویں صدی میں نئی نعت کے نصاب کی تشکیل میں جن شعرا کا حصہ نمایاں ہے اُن میں ڈاکٹر خورشید رضوی، ڈاکٹر ریاض مجید، واجد امیر کا کام نمایاں ہے۔ ڈاکٹر ریاض مجید تخلیق، تحقیق اور تنقید تینوں شعبوں میں تواتر سے کام کر رہے ہیں۔ ان کے ہاں تخلیقی سطح صرف عجز و عقیدت سے دلی اظہار کا عنوان نہیں بلکہ وہ بین العلومیت سے پیدا ہونے والی پیچیدگی کو سمجھتے ہیں اور اُس پر آفاقی انداز میں اظہارِ خیال بھی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاں تنقیدی سطح پر لسانی تغیر و تبدل کا شعور موجود ہے اور لفظ اور معنی کے درمیان تمام ان دیکھے رشتوں کی گرہیں وہ آسانی سے کھول لیتے ہیں۔ حافظ محمد افضل فقیر ڈاکٹر ریاض مجید(۹) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"ریاض مجید دردو غم کے عالم میں عصرِ حاضر کے باطنی اضطراب پر نظر دوڑاتے ہیں تو نغمہ ہائے نعت کی طرف افراد امت کے قلوب کا میدان پاتے ہیں جس کے باعث وہ روحانی طور پر ایک گونہ تسکین محسوس کرتے ہیں اور یوں ذاتی کرب کا کھتارسس میسر آتا ہے"

نئی نعت میں تازہ کاری کے اجتماعی اسلوب میں نظم نگاری کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔اس سلسلے میں مسعود عثمانی، عرفی ہاشمی، شاہد اشرف، حمیدہ شاہین، سلیم کوثر اور راقم الحروف (کاشف عرفان) کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

نئی نعت کے اس اجتماعی اسلوب کی تشکیل میں چند نوجوان شعرا کا کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ان میں دلاور علی آزر، مقصود علی شاہ، الیاس ماہر اعوان، جنید نسیم سیٹھی اور احمد ذوہیب کے نام لیے جاسکتے ہیں۔یہ شعرا کرام غزلیہ فارمیٹ میں نئے لب ولہجے کے ساتھ امکانات کی ایک نئی دنیا آباد کر رہے ہیں:

لے کے بیٹھا ہوں سرِ اوج سخن دستِ طلب      شوقِ امکان ثنا ، آ کسی عنوان میں آ

(مقصود علی شاہ)

بعض نکتے کسی نسبت سے سمجھ آتے ہیں      کچھ چراغوں میں مجھے آبِ رواں دکھتا ہے

(الیاس بابر اعوان)

میرا کاسہ وہ بہت دور سے بھر دیتے ہیں      تھکنے دیتے ہی نہیں میری طلب کے پاؤں

(احمد ذوہیب)

کفر کی تیرہ شبی میں رہ نظر آتی نہ تھی      پھر مشیت نے نبیؐ کا نقشِ پا روشن کیا

(جنید نسیم سیٹھی)

شعبہ نعت آج اپنے وسیع امکانات کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔مدحت رسول کریمؐ ازل سے جاری ہے اور ابد تک اسے جاری رہنا ہے کہ قرآن نے آقا کریمؐ کو یہ خوشخبری دی تھی۔

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

ترجمہ اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

اردو نعت نے کلاسیکی روایت سے آج عہدِ موجود تک ایک طویل سفر طے کیا ہے اور آج علوم کے شعبوں میں اضافے کے ساتھ ساتھ نبی اکرمؐ کی نوری صفات اور بشری اوصاف و محاسن کا ایک خزانہ کھلتا چلا جا رہا ہے علم کی سطح پر نئے نئے موضوعات تحفوں کی صورت عطا کیے جا رہے ہیں اور ہمارے نعت گو ان نئے امکانات کو قرطاس و قلم کی امان میں دیتے چلے جا رہے ہیں۔

آغاز میں اٹھائے گئے سوالات پر جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ہماری نئی نعت موضوعات میں وسعت اور ندرتِ فن کی بنیاد پر کلاسیکی نعت سے علیحدہ ایک راستہ بنا رہی ہے لیکن کلاسیکی اور جدید دونوں اندازِ نظر مدحتِ رسولؐ کے بڑے تہذیبی دائرے کے مسافر ہیں۔ نئی نعت کی ترقی کے بعد منطق اور ٹیکنالوجی کا بے ہنگم سیلاب بھی آج کے نعت گو کے سامنے ہے اور اسے اس دریا کو سرکارِ مدینہ کی مدد سے عبور کرنا ہے۔ آج کی نعت ہمارے شاندار تاریخی منظر نامے کی تصویر سازی بھی کر رہی ہے اور علوم کی دنیا میں اٹھنے والے نئے نئے سوالات کے متعلق بھی گفتگو کر رہی ہے۔ آخر میں صرف اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کی نعت تازہ کاری کے نئے در وا کرتی چلی جا رہی ہے یوں ہر نئی نعت امکانات کا ایک وسیع سمندر ساتھ لاتی ہے اور ہمارے نعت گو ان امکانات سے فکر و فن کے موتی تلاش کرتے چلے جا رہے ہیں۔

---

## حوالہ جات و حواشی


۱۔ رحمانی، سید صبیح، نعت رنگ، شمارہ67، نعت ریسرچ سنٹر کراچی، ص103

۲۔ تنظیم الفردوس، (۲۰۱۵ء)، انتخاب کلام شبلی، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، ص۲۴

۳۔ فتح پوری، ڈاکٹر، اردو کی نعتیہ شاعری، ص۲۵

۴۔ رحمانی، سید صبیح، (ستمبر۲۰۱۸ء) اقبال کی نعت (فکری و اسلوبیاتی مطالعہ)، اکادمی بازیافت، کراچی ص۹۹

۵۔ ہارون، صفیہ، (دسمبر ۲۰۲۱ء) ترقی پسند تحریک کے شعرا کی نعتیہ شاعری (تحقیقی جائزہ)، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، ص۱۹۹

۶۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اوراق (ادبی مجلہ)، ص14

۷۔ رحمانی، سید صبیح، نعت رنگ شمارہ22، نعت ریسرچ سینٹر، کراچی، ص363

۸۔ ندیم قاسمی، احمد، فنون، لاہور، نعت نمبر، ص113

۹۔مجید،ریاض،ڈاکٹر،(۱۴/اگست۱۹۹۴ء)اَللّٰھُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ(نعتیہ مجموعہ)،سلیم نواز پرنٹگ پریس،فیصل آباد،ص23

## ❖ References:

1. Rehmani, Seyd Subih, *Naat Rang*, Issue: 67, Karachi, Naat Research Center, P 103
2. Tanzeem ul Fardos, (2015), *Intakhab Kalam Shabli*, Oxford University Press, P 24
3. Fatah Poori, Farman, *Urdu ki Natiya Shairi*, P 25
4. Rahmani, Sayd Subih, (2018), *Iqbal ki Naat,Fikri o Asloobyati Mutalah*, Karachi, Acadmy Bazyaft, P 99
5. Haroon,Safiya, (2021), *Taraki Pasand Tahreek key Shorah ki Naatiya Shairi: Tahqeeqi Jaiza*, Karachi, Naat Research Center, P 199
6. Wazeer Agah, Dr, Oraaq, P 14
7. Rehmani, Seyd Subih, *Naat Rang*, Issue: 66, Karachi, Naat Research Center, P 636
8. Nadeem Qasmi, Ahmad, *Fanoon*, Naat Numbar, Lahore, P 113
9. Majeed Riaz, Dr, (1994), *Allah Huma Saley Aala Muhammadin*, Fasalabad, Saleen Nawaz Prenting Press, P 23